بسم اللہ الرحمن الرحیم

محدث کبیر حضرت شیخ مولانا یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ پر بہت کچھ لکھا گیا۔ حضرت کی شایان شان لکھا گیا ،لکھا جا رہا ہے ، اور انشاءاللہ لکھا جاتا رہے گا ۔بندۂ نا چیز کو حضرتؒ کے ساتھ رہنے کا بفضل للہ تعالی کئی مرتبہ موقع ملا۔تو کچھ باتیں جو ظاہر میں بہت چھوٹی چھوٹی ہے لیکن امید ہے کہ اس سے بہت سے لوگوں کو بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملے گا ،اس نیت سے کچھ باتیں میں بول دیتا ہوں ۔امید ہے کہ کوئی صاحب قلم اس کو مرتب کر دے۔اولاً میں یہ بات واضح کر دیتا ہوں کہ یہ سب باتیں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے شایان شان نہیں ہے لیکن فائدہ عامہ کے پیش نظر عرض کر دیتا ہوں ۔

جب بندہ عربی دوم میں پڑھتا تھا تو استاد محترم حضرت مولانا اسماعیل صاحب چاشوی دامت برکاتہم العالیہ کی برکت سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت ہوئی ۔چونکہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں (۱۹۸۴ء-۱۹۸۵ء) اپنے سبق میں فرمایا کرتے تھے کہ گجرات سے دو طلبہ میرے پاس پڑھ کر گئے ، ایک عبداللہ اور دوسرا اسماعیل ۔عبداللہ سے مراد حضرت مفتی عبد اللہ صاحب ہانسوٹی دامت برکاتہم اور اسماعیل سے مراد حضرت الاستاذ مولانا اسماعیل صاحب چاشوی۔حضرت الاستاذ درس میں اس انداز میں تذکرہ کیا کرتے تھے کہ ہمیں عربی دوم ہی سے حضرت شیخ یونس صاحبؒ سے محبت ہوگئی تھی اور دل میں بے اختیار یہ رجحان پیدا ہوا کہ ان سے ہی مجھے بیعت ہونا چاہیے ۔اور اسی غرض سے عربی دوم کے بعد والے سال میں رمضان گذارنے سہارنپور پہنچا۔

اس سال حضرت پیر مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے سہارنپور کے حالات کے پیش نظر موچیوں کی مسجد میں اعتکاف کیا تھا۔عجیب بات یہ تھی کہ اسہارنپور کے کلالوں کی طرف سے حضرت مولانا طلحہ صاحب کے خلاف بڑا بینر (Banner) لگایا گیا تھا۔اس

کے باوجود حضرت مولانا طلحہ صاحب نے کبھی بھی ان کے ساتھ بدلے اور انتقام کا معاملہ نہیں کیا۔ حضرت اپنے معمولات، تسبیحات اور خانقاہ میں مشغول رہے۔ حضرت شیخ مولانا یونس صاحبؒ روزانہ خانقاہ میں ایک مرتبہ تشریف لایا کرتے تھے۔ تو حضرت کو واپس پہنچانے کے لیے ساتھ جانے کی سعادت حاصل ہوتی تھی۔

حضرت پیر مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ روزانہ جو پلاؤ کی دیغ جو مہمانوں کے لیے تیار ہوتی تھی، اس میں سے ایک پلیٹ حضرت مولانا یونس صاحبؒ کو پہنچانے کی خدمت بندے کو ملی۔ جب پہلے دن پہنچانے کے لیے گیا تو چونکہ بہت چھوٹا طالب علم تھا، اس وقت حضرت نے فرمایا کہ تجھے میری پلیٹ میں کھانا منتقل کرنا آتا ہے ؟ میں نے کہا کہ حضرت اس طرح منتقل کرنا ہے۔ تو کہا کہ نہیں لاؤ میں تمہیں کھانا کیسے منتقل کرنا ہے سکھاتا ہوں۔ پھر حضرت نے اپنے حجرے کی پلیٹ منگوائی، پھر کہا کہ باہر ہینڈ پمپ لگا ہوا ہے وہاں جاؤ! اور تھوڑی دیر چلاتے رہنا تاکہ جمع ہوا پانی نکل جائے، پھر جب صاف پانی آئے تب میری پلیٹ دھولو۔ پھر فرمایا کہ تم جو خانقاہ سے پلیٹ لائے ہو اس کے اوپر میری پلیٹ رکھ دو، پھر اس کو الٹ دو۔ تاکہ ہاتھ اور چمچ کچھ لگانا نہ پڑھے اور سب کے سب چاول بیک وقت منتقل ہو جائے۔ اس طرح چاول منتقل کرنے کا بہترین، عمدہ طریقہ جس میں ایک دانہ بھی نیچے نہ گرے، حضرت شیخ نے مجھ چھوٹے سے طالب علم کو سکھایا۔ اور ہینڈ پمپ سے فوراً پانی نہ استعمال کیا جائے بلکہ تھوڑا پانی چلا جائے تاکہ صاف پانی آنے لگے، یہ بھی سیکھنے کو ملا۔ اس زمانے میں حضرت شیخ دارِ قدیم میں مقیم تھے اور بلا مبالغہ میں کہتا ہوں کہ حضرت کا حجرہ، حجرہ نہیں تھا بلکہ ایک کتب خانہ تھا۔ چاروں طرف کتابیں ہی کتابیں تھی، اور ایک چھوٹا پرانا قدیم انداز کا حجرہ اور اسی حجرے میں حضرت کا قیام رہا کرتا تھا۔ اور اس وقت حجرے کے اندر استنجا خانہ بھی نہیں تھا۔ حضرت اتنے بڑے محدث ہونے کے باوجود باہر استنجے کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

کبھی کبھی حضرت جب موچی والی مسجد میں تشریف لاتے تو واپسی میں دارِ قدیم تک پہنچانے کے لیے بھائی مولانا مجاہد آگروی صاحب (نومسلم) کے ساتھ ہمیں پہنچانے کی سعادت حاصل ہوجایا کرتی تھی ۔ایک مرتبہ ہم پہنچانے جارہے تھے کہ راستے میں ہمیں ایک بارات مل گئی ۔بارات کسی غیر مسلم کی تھی ، بڑی بھیڑ بھاڑ تھی ۔حضرت کے ہاتھ میں جو عصا تھا اس کا ایک کنارہ بھائی مجاہد نے پکڑ لیا ،اور ایک میں نے پکڑ لیا اور بیچ میں عصا کو آڑی کردی اور حضرت کو بچاتے ہوئے ہم جانے لگے ۔حجرے پر پہنچ کر بہت ظرافت سے ارشاد فرمایا کہ اس دولہے کو گھوڑے پر کس نے بٹھایا؟ وہ تو کالا سا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت جس کا نکاح ہوتا ہے اسی کو تو گھوڑے پر بٹھایا جاتا ہے، اس میں کالے گورے سے کیا مطلب؟ حضرت بھی اس چھوٹے سے طالب علم کے جواب کو سن کر مسکرانے لگے ۔

پھر ایک وقت وہ آیا جب ہمارا دیوبند چھتا مسجد میں ہمارے پیرو مرشد حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنا جانا شروع ہوا اور جس سال میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث پڑھ رہا تھا اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت شیخؒ اتنے بڑے محدث ہونے کے باوجود جمعرات کے دن سہارنپور سے سفر کرکے دیوبند تشریف لاتے ۔اور اس وقت بس میں سفر کرتے تھے اور دیوبند بس اڈے پر اتر کر رکشے میں چھتا مسجد میں تشریف لاتے اور حضرت کی مجلس میں برابر تشریف فرما ہوتے اور بعض مرتبہ طالب علمانہ انداز میں بعض سوالات بھی کیا کرتے تھے ۔ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ تشریف لائے اور انھوں نے شیخؒ سے کچھ حدیث کے متعلق پوچھا تو حضرت شیخ کا یہ جملہ تھا کہ ہم تو حضرت اقدس کے سامنے ایک طالب علم جیسے ہے اور ہم حضرت سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ یہ روایت کہاں ملے گی ،غرض یہ کہ اس طرح بس میں آنا رکشہ میں آنا اور پھر طالب علمانہ انداز میں سوال کرنا اتنے بڑے محدث ہونے کے باوجود یہ ہمارے لیے بہت بڑی سیکھنے کی بات ہے ۔

چکھلی گاؤں کے ہمارے دوست ہارون بھائی بھامجی نے جب حج کا ٹور شروع کیا تو سب سے پہلے سال حضرت مولانا صالح صاحب بھوریوی اور دوسرے حضرت کے گجراتی تلامیذہ کی وساطت سے حضرت شیخ ہارون بھائی کی ٹور میں حج کے لیے تشریف لائے۔تو اس موقع پر حضرت کے ساتھ پورا حج کرنے کی سعادت حاصل ہوئی بلکہ اس وقت مکۃ المکرمہ میں بنک بیڈ(Bunk Bed)ہوا کرتے تھے یعنی اوپر نیچے سو سکے ایسی چارپائیاں تھی۔تو تقسیم میں ایسا آیا کہ شیخ نیچے والی منزل میں اور مجھے اوپر والی منزل میں سونا ہے ایسا تقسیم ہوا۔جرأت نہیں ہوتی تھی اوپر جانے کی لیکن قانون کے حساب سے چارپائی پر سونا لازم تھا اور شیخ کے حکم سے میں مجبوراً اوپر جاکر سویا کرتا تھا اور بہت سہا سہا رہتا تھا کہ کہیں میری کروٹ کی وجہ سے اور حرکت کی وجہ سے حضرت کے آرام میں کچھ خلل نہ آوے۔بارہا میں نے وہاں میں نے یہ بات دیکھی کہ حضرت لیٹ جاتے، چادر اوڑھ لیتے اور لوگوں کو یوں لگتا کہ حضرت سو رہے ہیں لیکن میں نے دیکھا کہ بارہ تسبیح کا ذکر حضرت لیٹے لیٹے اپنے بستر پر ہی پوری فرمادیتے،طبیعت میں علالت بھی ہوتی کمزوری بھی ہوتی اور لوگوں کو ظاہر میں یہ محسوس ہوتا کہ حضرت آرام فرما رہے ہیں،لیکن ”اللہ اللہ“ کی تسبیح حضرت پوری فرماتے،کبھی تلاوت کرتے۔یہ چیز مینہ میں نے مکۃ المکرمہ میں رہتے ہوئے حضرت کے پاس دیکھیں۔وہاں کے قیام کے دوران مناسک کے متعلق مختلف حدیث کی کتابوں کو حضرت زیر مطالعہ رکھتے۔

موچی والی مسجد کے قیام کے دوران بندے نے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو خواب میں دیکھا تھا،اس کا ذکر میں نے حضرت مفتی محمد یحییٰ صاحب،حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب حضرت مولانا یونس صاحب کو حضرت مولانا طلحہ صاحب کی ہدایت پر سنایا تھا اور سارے اکابر بہت خوش ہوئے۔

حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب کو اس دور ہی سے میں نے دیکھا کہ ہمیشہ کتابوں

کے مطالعہ میں مشغول رہتے یہاں تک کہ رمضان میں بھی یہی معمول تھا۔ جب کبھی خدمت میں جانا ہوا تو دیکھا کہ یا تو کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہے یا تلاوت قرآن میں۔

جس زمانے میں ''نواپور دار الاحسان'' قائم ہوا اس وقت حضرت ڈابھیل تشریف لائے ہوئے تھے میں نے عرض کیا کہ حضرت نواپور میں ایک مدرسہ نیا قائم ہوا ہے جس میں بچے اسکول بھی جائیں گے اور مدرسے کے ماحول میں تعلیم بھی حاصل کریں گے۔ تو حضرت نے دعاؤں سے بھی نوازا اور فرمایا کہ نواپور ہے تو نیا مدرسہ ہی تو قائم ہوگا اس طرح حضرت نے لطیفہ بھی ارشاد فرمایا۔

اللہ کے فضل و کرم سے جب نورانی مکاتب کا سلسلہ قائم ہوا، تو پنچ محل کے علاقے سے بھی حضرت شیخؒ کو کارگزاری پہنچی تھی کہ وہاں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ہے لیکن اب تک کوئی مکتب، مدرسہ، عبادت گاہ قائم نہیں ہوئی ہے اور اب بات یہاں تک آ گئی کہ لوگ مرتد ہو رہے ہیں تو حضرت بھی اس سلسلے میں نہایت متفکر رہتے تھے۔ جب حضرت کے سامنے یہ حالات آئے تو حضرت ہی کے حکم سے حضرت کے ایک خاص مسترشد جو ساؤتھ افریقہ میں رہتے ہیں، انہوں نے عزم کرلیا کہ میں اس مکاتب کے لیے مصارف دوں گا۔ تو بھائی مولانا یونس صاحب رندیرا مقیم مدینہ منورہ کی وساطت سے ان ساؤتھ افریقہ والے اسماعیل بھائی نے ہم کو مالی تعاون کا سلسلہ شروع کیا اور پنچ محل کے علاقے میں مکاتب کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس وقت پنچ محلہ علاقے کا جو زون ہے وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کی برکت سے ہوا ہے۔ پھر جب بھی ملاقات ہوتی ہے تو حضرت بہت اطمینان سے پنچ محل کے علاقے کی کارگزاری مجھ سے سنتے اور بعض مرتبہ حضرت روتے، خوب روتے اور حضرت کے آنکھوں میں سے آنسوں نکلتے کے دیکھو ایسی ایسی بنجر بستیاں ہیں کہ جہاں مسلمان آباد ہیں لیکن اب تک کوئی کلمہ نماز کا انتظام نہیں ہے۔ جب حضرت کو ہم کار گذاری سناتے کہ اب الحمدللہ وہاں تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت خوب خوش ہوتے دعائیں

دیتے اوراس سے آپ رونے لگ جاتے تھے۔غرض یہ کہ ہمارے نورانی مکاتب کا سلسلہ حضرت ہی کی برکت ہے جس میں اب تک تقریباً ٦٥ جیسے مکاتیب قائم ہو چکے ہیں مختلف علاقوں میں، اور اس میں بہت بڑی تعداد طلباء وطالبات کی ہے جو قرآن کریم ناظرہ مکمل کر چکی ہیں اور اب وہ دارالعلوم میں حافظ یا عالم بننے کے لیے جارہے ہیں۔

حضرت نوراللہ مرقدہٗ کا سنت کے مطابق حج کرنے کا بڑا اہتمام رہا۔کبھی طبیعت کی وجہ سے یا کسی اور نماز میں حرم نہ جاسکتے تھے۔ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں غسل کررہا تھا کہ حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے دروازہ کھٹکھٹا کر کہا کہ محرم آدمی اس طرح غسل نہیں کیا کرتے ہیں۔جلدی آؤ اور مجھے نماز پڑھا دو۔اس طرح حجرے میں حضرت کو نماز پڑھانے کا بھی اتفاق ہوا۔ہم ساتھ میں کھانا کھاتے تو سالن کے اندر شوربا ہوتا ہے،تو جیسے کے ایک عادت ہوتی ہے کہ روٹی کا ٹکڑا توڑ کر کشتی بنا کر زیادہ شوربا لے کر کھایا جاتا ہے۔میں بھی اسی طرح روٹی کو کشتی بنا کر سالن کھانے لگا تو حضرت نے فوراً متنبہ فرمایا کہ یہ غلط طریقہ ہے،اس طرح نہیں کھانا چاہیے،اس میں سالن زیادہ استعمال ہوتا ہے۔سالن کا مقصد صرف اتنا ہی ہے روٹی نرم ہوجائے اور حلق سے اترنا آسان ہو جائے۔اس طرح شوربا کثیر مقدار کے اندر استعمال نہیں کرنا چاہیے۔اس طرح کھانے میں بھی حضرتؒ نے میری اصلاح فرمائی۔

دیوبند میں ہمارے حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے خانقاہ میں رمضان میں بھی حضرت شیخ کی تشریف آوری ہوتی۔تیسرے عشرے میں کتب خانہ نعمانیہ کے مالک حضرت مولانا طیب صاحبؒ جو شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے خلیفہ تھے، وہ اکیلے تراویح میں قرآن مجید سناتے تھے۔ پہلے دوتین دن حضرت مولانا طیب صاحب دو۔چار پارے سنا دیتے تا کہ ٢٩ کو ختم کرنا آسان ہوجائے۔تو حضرت شیخ یونس صاحبؒ بہت خوش ہوتے مولانا طیب صاحب کو مبارک باد دیتے کے ماشاء اللہ آج تو آپنے پونے چار پارے کے قریب تلاوت فرمادی۔اور خانقاہ میں مختلف

لوگ دوسرے عشرے میں تراویح میں قرآن سناتے ، حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈور دامت برکاتہم کی ایک ترتیب تھی کہ جو مختلف حفاظ جو خانقاہ میں آتے تھے ، دوسرے عشرے میں سب لوگ تراویح پڑھائیں تاکہ سب لوگ قرآن یادرکھے اور یاد کرنے کی توفیق ہو۔ وتر کی نماز بھی جو اخیری چار رکعت پڑھائے اسی کے ذمے ہوتی ۔ وتر میں اگر کوئی مسنون قراءت نہ کرے تو حضرت شیخ مولانا یونس صاحبؒ کی طبیعت پر بہت ناگواری ہوتی ۔اور ایک دن تو آپ نے مائک لے کر سنت کی اتباع کے اوپر، مسنون قراءت کے اوپر بیان کیا۔ سخت لہجے میں بیان کیا اور فرمایا کہ سورۂ اعلیٰ، سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کو وتر میں پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے ۔حضرت کی خانقاہ عالمی ہے، فیض عالمی ہے، اگر یہاں پر سنت قراءت کا رواج عام ہوگا تو پورے عالم میں یہ فیض عام ہوگا۔

میرے طالب علمی کے زمانے کے اندر جب حضرت شیخؒ کی پہلی بار ڈابھیل تشریف آوری ہوئی تو بہت ہی عاشقانہ انداز میں بار بار پوچھ رہے تھے کہ میں تو حضرت شاہ صاحب کی درسگاہ اور حضرت شاہ صاحب کا حجرہ دیکھنے کے لیے آیا ہوں۔ پھر حضرت شاہ صاحب کے حجرے کی بہت عقیدت اور محبت کے ساتھ زیارت کی ۔ پھر حضرت شاہ صاحب کی درسگاہ میں تشریف لے گئے تو ہمارے حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ دوپہر کے وقت میں جب سارے طلبہ سوئے ہوئے تھے لیکن دار الاقامہ گئے اور دورے کے تمام طلبہ کو اٹھا کر لے آئے اور حضرت کے سامنے بٹھا دیا کہ حضرت ایک سبق تبرکاً پڑھا دیجئے۔ فرمانے لگے کے شاہ صاحب کی درسگاہ میں ہمت نہیں ہوتی کہ میں کچھ کہوں ۔حضرت مفتی احمد صاحب نے بہت اصرار کیا تو کتاب المغازی اور ماقبل کتاب کا صرف ربط بیان فرمایا اور عبارت پڑھوادی۔

جب حضرت شیخ یونس صاحب کی اکل کوا تشریف آوری ہوئی تھی تو وہاں سے واپسی کا

سفر ایسا تھا کہ وایا بارڈولی سورت تشریف لے جا رہے تھے، تو مرحوم حضرت والد صاحب کو پتہ چلا کہ یہاں کوئی حضرت شیخ الاسلام مدنی کے خاص خادم ہیں تو ملاقات کے لیے گھر پر بھی تشریف لائے اور حضرت والد صاحب کے ساتھ بہت اچھا مذاکرہ رہا۔ ایسے ہی میرے مرحوم والد صاحب کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا تھا شیخ یونس صاحب کا سفر حج میں وہ میں نے والد صاحب کی سوانح ''فیض سلیمانی'' میں بہت ہیں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

برادر مکرم مولانا یونس صاحب رندیرا زید مجد ہم نے حضرت شیخ کی ایسی خدمت کی کہ میں بے اختیار اس جملے میں ترمیم کر کے کہہ سکتا ہوں؛ رب ولد لم تلدہ أبوہ کہ بہت سے بیٹے ایسے ہوتے ہیں کہ باپ سے جنے ہوئے تو نہیں ہوتے ہیں لیکن جنے ہوئے بیٹوں سے بھی زیادہ وفادار اور خدمت شعار ہوتے ہیں۔ بھائی مولوی یونس صاحب نے حضرت شیخ کی ایسی خدمت انجام دی۔ استاذ نا المرحوم حضرت مولانا یوسف صاحب نے حضرت شیخ سے قطبی پڑھی تھی تو حضرت مولانا یوسف صاحب قطبی کے درس کی کیفیت ایسی بیان فرماتے تھے کہ قطبی کا درس ہوتا تھا اور حضرت شیخ زکریا صاحبؒ بخاری کا درس دے کر جب اپنے گھر تشریف لے جاتے تو آپ کی ویل چیر ہماری درسگاہ کے سامنے آ کر رکوا دی جاتی۔ حضرت مولانا یونس صاحبؒ اپنا سبق روک کر حضرت شیخ کے پاس جاتے۔ تو حضرت شیخ ایک دو حدیث یا ایک دو رعبارت دیتے اور فرماتے ''پیارے یونس! یہ روایت یا یہ عبارت تلاش کرنی ہے'' اس طرح حضرت شیخ کو یہ کام سپرد کر کے اپنے گھر تشریف لے جاتے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ اسی دور سے جس دور میں حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ ابھی شروع میں قطبی وغیرہ کے مدرس تھے، اسی وقت سے حضرت شیخ کو ان کے علم حدیث اور وسعت نظر پر کیسا اعتماد ہوگا۔ یہ واقعہ حضرت مولانا یوسف صاحب کاویؒ نے ہمیں سبق میں سنایا تھا۔

میرے استاذ محترم حضرت مولانا اسماعیل صاحب چاشوی دامت برکاتہم العالیہ پر شیخ

یونس صاحبؒ کو بہت اعتماد تھا۔جس زمانے میں ہم لوگ عربی دوم پڑھتے تھے اس زمانے میں حضرت مولانا اسماعیل صاحب ساتھ میں شرح عقائد بھی پڑھاتے تھے،آپ کے شرح عقائد کا درس مشہور تھا۔جو بھی سہارنپور جاتا حضرت شیخ یونس صاحبؒ مولانا اسماعیل صاحب کی خیر خیریت معلوم کراتے اور حضرت مہتمم صاحب یعنی حضرت مولانا محمد سعید بزرگ صاحب نوراللہ مرقدہٗ پر باقاعدہ پیغام بھیجتے کے مولانا اسماعیل صاحب کو حدیث کی کتابیں دو!انہوں نے حدیث بہت محنت سے پڑھی اوران شاءاللہ بہت شاندار پڑھائیں گے بھی۔میں اعتماد کر کے یہ پیغام بھیج رہا ہوں۔حضرت شیخؒ کی دعائیں اوران کی توجہات اوران کی تشکیل کی بنیاد پر پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے استاد حضرت مولانا اسماعیل صاحب چاشوی کو حدیث کی اعلیٰ خدمات کے لیے قبول فرمایااورسب سے پہلے مشکوٰۃ ،طحاوی اور اب تو ترمذی شریف بھی پڑھا رہے ہیں ۔اللہ تعالیٰ حضرت الاستاذ کے سایے کوہم پر تادیر بعافیت قائم دائم فرمائے۔

غالباً چھ یا سات حج حضرت کے ساتھ مینا میں رہنے کا موقع نصیب ہوا۔ایک حج تو مستقلاً اوراس کے علاوہ یہ برادرمکرم مولانا یونس صاحب رندیرا کے طفیل میں ہوتا تھا۔حضرت بہت استقامت کے ساتھ ۱۳/ذی الحج کو بھی مینا ہی میں مقیم رہتے تھے اور رمی کر کے تشریف لاتے تھے۔مولانا بدرالدین صاحب اجمل ۱۲/کی شام کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی قربانی کرتے اوراس کے پکوا کر بہترین انداز میں رات کو مینا میں بھیجتے تھے۔اور وہ کھانے ہم سب محظوظ ہوتے ۔حضرت تو چند لقمے ہی کھاتے ، باقی سب ہم لوگ ہی پر لطف یہ کھانا ملتا تھا۔اور بعد میں شیخ کے انتقال کے بعد خود مولانا بدرالدین اجمل موجود تھے حج میں لیکن آب دیدہ ہوکر فرمانے لگے کہ یہ تو شیخ کی برکت تھی۔اس سال میں خود مکہ میں موجود ہوں لیکن میرے لیے نظم کرنا مشکل ہوا کہ میں مینا کے اندر کھانا پکوا کر منگواؤں۔حضرت شیخؒ کی ہی برکت تھی کہ ۱۲/کی شام کو قربانی بھی ہوتی تھی اور تازہ بکرا پک کر مینا میں آتا تھا۔اور مینا میں قیام کے دوران

ہم نے دیکھا کہ مستقلاً حدیث کا درس جاری رہتا تھا۔عرب طلبہ آتے تھے اور ۳۔۴ دن کے اندر پوری پوری کتاب آپ پڑھا دیا کرتے تھے اور مینا کہ ان درس میں ہمیں بھی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔

ایک مرتبہ ہانسوٹ حضرت نور اللہ مرقدہٗ ختم بخاری کے درس کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ بخاری کے درس کے اخیر میں کسی بات پر گفتگو کرتے ہوئے ایسے وجد میں آکر پر کیف اور پر روحانی انداز میں دل کی پتا نہیں کتنی گہرائیوں سے لفظ ’’اللہ‘‘ درس میں بیٹھ کر ارشاد فرمایا۔ پورے کے پورا مجمع ہر ایک کے دل میں اللہ اللہ کا ذکر جاری ہو گیا۔ میں تو ایک بہت ہی چھوٹا انسان اور بہت پیچھے بیٹھا ہوا تھا تاخیر میں پہنچنے کی وجہ سے۔لیکن پیچھے تک پورے مجمع کے دل کے اندر اللہ اللہ کے ذکر کی کیفیت جاری ساری ہوگئی۔اس سے اندازہ لگاؤ کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا قلبی ربط اور کیسی آپ کے قلب کے اندر ذکر کی کیفیت ہوگی۔عجیب لذت میں آج تک میں اپنے دل میں محسوس کر رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ اپنا صحیح اور حقیقی عشق ہم سب کو نصیب فرمائے۔یہ ہمارے اکابر کی خصوصیت تھی کہ ایک طرف حدیث کے فن کے امام اور دوسری طرف ذکر اللہ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کے تعلق کی گہرائی۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے والا بنائے۔

ایک موقع پر کھروڈ میں ختم بخاری کے لیے حضرت شیخ تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت کے درس سے پہلے حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودرویؒ نے بہت مختصر اور جامع تقریر پیش فرمائی جس کا عنوان یہ تھا ’’مغلیا سلطنت کے بیچ میں ایسے لوگ آئے جن میں بے دینی بہت تھی لیکن پھر ایک وقت آیا کہ اورنگزیب جیسے بہت کی دینی فکر اور ینی حمیت رکھنے والے بادشاہ آئے۔تو کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صحبت کی برکت تھی۔‘‘ یہ کہہ کر عوام کو اللہ والوں کی صحبت کی طرف اہمیت دلا رہے تھے۔اس درمیان حضرت مولانا عبداللہ صاحب نے حضرت مولانا یونس صاحبؒ کی ایک بات نقل فرمائی کہ آج صبح صبح تہجد کے وقت حضرت شیخ مولانا یونس صاحب فرمانے لگے

کہ حدیث شریف کے اندر آئی ہوئی حفاظت کی دعائیں اور اوراد یہ ظاہر میں لوگوں کو چھوٹے معلوم ہوتے ہیں لیکن اس کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے حادثوں اور فتنوں سے حفاظت فرماتے ہیں ۔تو حدیث میں آئی ہوئی حفاظت کی مسنون دعائیں اگرچہ سائز اور مقدار میں چھوٹی ہیں لیکن اس کے فوائد اور ثمرات بڑی عظیم الشان ہے، اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

حضرت شیخ یونس صاحبؒ نے ایک مرتبہ اپنے سفر کی کارگذاری سنائی کہ حضرت ٹرین میں سفر فرما رہے تھے۔اڑوس پڑوس والے کسی غیر مسل سے شناسائی ہوئی۔حضرت سوچنے لگے کہ میں ان کو توحید کی دعوت دوں تو کس طریقے سے دوں۔دوران سفر ان لوگوں نے مجھ سے اچھا سلوک کیا تو ان کے سلوک کا بہترین بدلہ یہ ہے کہ میں ان کو توحید کی دعوت دوں۔تو سوچتا رہا کہ کیسے دعوت دوں تو فوراً میرے ذہن کے اندر سورۂ یوسف کی آیت (يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ) پھر میں نے اسی آیت کی روشنی میں ان کو توحید کی دعوت پیش کی۔دیکھیے ہمارے اکابرین کو جہاں موقع ملا تو دوسرے مذہب والوں کو توحید کی دعوت دینے میں ذرا برابر بھی کوتاہی نہیں کی۔ایک غیر مسلم نے حسن سلوک کیا تو اس کے ساتھ بہترین حسن سلوک یہ ہے کہ اس کو توحید کی دعوت دی جائے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس طرح توحید کی دعوت کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے جو اس وقت بہت ضروری ہے۔